امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اور دعوت و تبلیغ کا بیان

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

دین میں جن کاموں کے کرنے کو کہا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں ان کو معروف یعنی نیکی کہا جاتا ہے اور جو کام ایسے ہیں جن کا کرنا دین میں منع ہے ان کو منکر یعنی بُرائی کہا جاتا ہے۔ معروف میں فرائض، واجبات سنن اور مستحبات سب داخل ہیں۔ اور منکر میں حرام، مکروہ (تحریمی و تنزیہی) سب داخل ہیں

کسی دوسرے کو نیکی کے کام کی تلقین کرنے کو امر بالمعروف کہتے ہیں اور دوسرے کو بُرائی کے کام سے روکنے کو نہی عن المنکر کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب کوئی شخص کسی منکر اور بُرائی کو ہوتا دیکھے تو اس پر لازم اور فرض ہے کہ وہ اُس کو اوّلاً زبان سے روکے اور نہ مانے تو اپنی قوّت بازو سے روک دے مثلاً کسی کو شراب پیتے دیکھا تو اُس سے شراب چھین کر بہا دے، کسی کو موسیقی سُنتے دیکھا تو موسیقی کے آلات توڑ دے کسی کو دوسرے کی چیز غصب کرتے دیکھا تو غاصب سے غصب شُدہ چیز لے کر مالک کو واپس دلا دے۔ اسی طرح اور بُرائیوں کو ان کے اپنے طریقے سے روک دے۔ حکمران اور اصحاب اختیار اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں کو اور والد اپنی اولاد کو اپنی قوّت بازو سے بُرائیوں سے روک سکتے ہیں۔

اگر بُرائی کرنے والا مثلاً زیادہ قوّت والا ہو اور دیکھنے والا اس کو اپنی قُوّت بازو سے بُرائی نہ روک سکتا ہو تو اپنے قول سے یعنی اس کو وعظ و نصیحت کر کے اور اس کو اس گناہ پر وعید سُنا کر اس بُرائی اور گناہ سے روکنے کی کوشش کرے۔

اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو اور یہ ڈر ہو کہ زبان سے منع کرنے پر بُرائی کرنے والا اس کو قتل

کر دے گا یا کوئی اور شدید نقصان پہنچائے گا تو کم از کم دل سے بُرا سمجھے۔

مسئلہ: کسی بُرائی سے روکنے کے لیے اہلِ محلّہ یا اہلِ علاقہ بُرائی کے مرتکب کا بائیکاٹ کر سکتے ہیں کہ اس سے بات چیت بند کر دیں اور اس سے کوئی تعلّق نہ رکھیں، البتّہ اس کو مسجد میں آکر جماعت سے نماز پڑھنے نہ روکیں۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کو فرائض و واجبات ترک کرتے دیکھا تو اس پر لازم ہے کہ ترک کرنے والے کو امر بالمعروف یعنی نیکی کی تلقین کرے۔ یہ فریضہ بھی ہر شخص کی قدرت و استطاعت کے مطابق ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص فرض نماز ترک کرتا ہے تو اصحابِ حکومت و اختیار اس کو قید کر سکتے ہیں اور دیگر اصحاب اختیار بھی اپنے ماتحتوں کو مجبور کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی مجبور نہیں کر سکتا تو اُس کو نصیحت کر سکتا ہو تو نصیحت ہی کرے اور اگر اس کو بھی قوّت نہ ہو تو اس کے نیکی کے ترک کو دل سے بُرا سمجھے۔

مسئلہ: اگر متعدّد آدمیوں نے کوئی بُرائی ہوتے دیکھی یا کوئی نیکی ترک ہوتے دیکھی اور اُن میں سے ایک نے نہی عن المنکر یا امر بالمعروف کیا تو باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر قدرت کے باوجود کسی نے نہ روکا نہ تلقین کی تو سب گناہگار ہوں گے۔

مسئلہ: اگر ایک شخص نے بُرائی ہوتے دیکھی اور وہ خود اس بُرائی میں مُبتلا ہے یا کسی نیکی کا ترک ہوتے دیکھا اور وہ شخص خود اس نیکی کے ترک میں مُبتلا ہے تو اس پر دو باتیں لازم ہیں ایک یہ کہ خود اس بُرائی کو ترک کر دے اور دوسری یہ کہ جس شخص کو بُرائی کرتے دیکھتا ہے اس کو بھی منع کرے۔ یاد رہے کہ نیکی کا ترک بھی بُرائی ہے۔ اگر خود چھوڑنے سے پہلے دوسرے کو منع کرے گا تو یہ بھی درست ہے اور وہ ذمّہ داریوں میں سے ایک کو پُورا کرتا ہے لیکن اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ خود بھی فوراً توبہ کر لے۔

مسئلہ: فرائض اور واجبات کی تلقین کرنا اور حرام و مکروہ تحریمی سے روکنا فرض ہے جبکہ مستحبات اور نوافل کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: مستحبات کی تلقین میں مطلقاً نرمی کرنا چاہیے اور واجبات کی تلقین میں اوّلاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرنا چاہیے۔

مسئلہ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ضروری ہے کہ جس بات کی تلقین کرنی ہو اُس کا پُورا اور صحیح علم تلقین کرنے والے کو حاصل ہو۔ اگر ایسی بات سامنے آئے جس کا خود کو پُورا علم نہ ہو تو یا تو پہلے علم حاصل کرلے یا کسی دوسرے صاحب علم شخص کو تلقین کرنے کو کہہ دے۔

مسئلہ:-

(۱) اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر لوگ اس کی بات کو قبول کرلیں گے تو اس وقت اس پر حق بات کی تلقین واجب ہے اور اُس کا ترک کرجائز نہیں۔

(۲) اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین پر لوگ اس کو سب وشتم کریں گے یا مار پیٹ کریں گے اور وہ اس پر صبر نہ کرسکے گا تو اس وقت اس کو تلقین نہ کرنا بہتر ہے۔

(۳) اگر اس کو اطمینان ہو کہ وہ لوگوں کی مار پیٹ وغیرہ برداشت کرلے گا اور کسی سے شکایت نہیں کرے گا تو اس صورت میں حق کی تلقین اور بُرائی سے روکنے میں کچھ حرج نہیں اور اس کا یہ اقدام جہاد شمار ہوگا۔

(۴) اگر اندیشہ یا یقین ہو کہ حق بات کی تلقین (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر قتل کردیا جائے گا اور اس کے باوجود اس نے حق کی تلقین کی اور قتل کردیا گیا تو شہید ہوگا۔

(۵) اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ لوگ اس کی بات نہیں مانیں گے، لیکن اس کو لوگوں سے سب وشتم اور مار پیٹ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اختیار ہے چاہے حق کی تلقین کرے چاہے نہ کرے، البتہ تلقین کرنا افضل ہے۔

(۵) مسئلہ:- جب نفع سے نااُمیدی کی صورت میں ترک تلقین کو اختیار کرے تو اس وقت یہ بھی واجب ہے کہ بُرائی کے ارتکاب کرنے والے سے محبت اور میل جول بھی ترک کردے الا یہ کہ کسی موقع پر سخت ضرورت ہو۔

مسئلہ: حق کی تلقین میں حکمت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ مخاطب کی اصلاح ہو یہ نہ ہو کہ مخاطب مزید گمراہی میں پڑجائے۔

دعوت و تبلیغ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہٹ کر ایک اور شعبہ دعوت الی الخیر یعنی قرآن و سُنّت کی اتباع کی دعوت دینے کا ہے۔ یہ دعوت کافروں کو بھی ہے اور مُسلمانوں کو بھی ہے۔ مُسلمانوں کو دین کے احکام و اخلاق کی دعوت ہے اور کافروں کو اسلام و ایمان کی دعوت ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مُسلمانوں میں ایک تعداد ایسے لوگوں کی ہو جس کا وظیفہ ہی یہ ہو کہ وہ اپنے قول و عمل سے دُنیا کو قرآن و سُنّت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سُست یا بُرائی میں مُبتلا دیکھے تو اُس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور بُرائی سے روکنے میں اپنی قدرت کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہری ہے کہ یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھنے اور قرآن و سُنّت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں اور یہ وہی ہو سکتے ہیں جو عُلمارِ حق ہوں۔ متبع سُنّت ہوں، شرک و بدعت سے دُور ہوں اور دین کے اُصول و فروع سے کماحقہ باخبر ہوں اور نفس کی شرارتوں سے بچتے ہوں۔

مسئلہ: ایسے عُلمار کا وجود خود اُمّت پر اور ہر علاقہ والوں پہ فرض کفایہ ہے۔ اگر مُسلمانوں کی حکومت اپنی ذمّہ داری سے ایسے عُلمار کی تیاری اور ہر علاقہ میں بقدرِ ضرورت اُن کی فراہمی کا بندوبست کرے تو بہت اچھا ہے ورنہ ہر علاقہ کے مُسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بقدرِ ضرورت عُلمار تیار کریں یا کم از کم کسی دوسری جگہ سے عُلمار کو بلوا کر اپنے ہاں رکھیں اگر کسی علاقہ کے سب لوگ اس سلسلے میں غفلت کریں تو سب گناہگار ہوتے ہیں اور اگر ان میں سے کچھ لوگ یہ ضرورت پُوری کر دیتے ہیں تو باقی سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: ہر شہر اور قصبہ میں عام عُلمار کے علاوہ ضرورت کے بقدر ایسے عُلما کا ہونا بھی ضروری ہے جو تمام علوم و شرائع کے ماہر ہوں اور جو اسلام کے عقیدوں اور اسلام کے اُصول و مسائل کے بارے میں پیدا ہونے والے یا پیدا کیے جانے والے شبہات کا ازالہ کر سکیں اور اشکالات کو حل کر سکیں۔

مسئلہ: عُلمار کے موجود ہونے کے بعد دعوت الی الخیر ان کی ذمّہ داری ہے جس کی مختلف صورتیں ہیں۔

مُسلمان عوام کی تعلیم و تربیت

(۱) اس کے لیے درس کے حلقے قائم کرنا، وعظ کرنا، لوگوں کو دین کے مسائل و اخلاق سکھانا، قرآنِ پاک کی تعلیم کا انتظام کرنا، تزکیہ نفس کی تعلیم دینا یہ سب باتیں دعوت الی الخیر میں داخل ہیں پھر اس کے لیے وہ چاہیں زبانی دعوت دیں خواہ فرد فرد سے یا لوگوں کے اجتماع سے یا تحریر کے ذریعے دعوت۔ یعنی دین کے مختلف احکام سے متعلّق کتابیں اور رسالے لوگوں کے لیے لکھیں یہ بھی دعوت ہی کا حصّہ ہے

(۲) دعوت الی الخیر کا کام کرنے والی جماعت کے تسلسل کو قائم رکھنے اور محفوظ رکھنے کی تدبیر کرنا، چونکہ دعوت کا کام اصل میں عُلماء کا کام ہے اس کے لیے دعوت کے کام کو جاری رکھنے کے لیے عُلماء کو تسلسل سے تیار کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے مدارس کو قائم کرنا اور وہاں تعلیم دینا بھی دعوت و تبلیغ کا حصّہ ہے۔ اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے یہ نیت رکھتے ہوں کہ پڑھنے سے فارغ ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کا کام کریں گے تو یہ پڑھنا بھی تبلیغ ہے۔

(۳) کافروں کو اسلام کی دعوت دینا، جن کافروں کو ایک مرتبہ تبلیغ ہو چکی ہو خواہ ان میں اسلام کی شہرت ہو جانے سے ہو اُن کو تبلیغ کرنا فرض نہیں البتّہ مستحب ہے۔

(۴) گمراہوں کو راہِ حق کی دعوت دینا اور اُن کی گمراہیوں اور اُن کے شُبہات کا جواب دینا علاوہ ازیں جب گمراہ لوگ مُسلمان عوام میں اپنی گمراہیاں پھیلانے کی سعی کر رہے ہوں اس وقت مُسلمانوں کو گمراہوں کی گمراہی کی حقیقت بتانا اور مُسلمانوں کے دین کی حفاظت کی کوشش کرنا اُن کو دین پر قائم رکھنا ہے جو دعوت ہی کا ایک حصّہ ہے۔

دعوت الی الخیر میں عوام کا کردار

(۱) مُسلمان دین کے احکام و اخلاق کے مطابق زندگی گذاریں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سُنّتوں پر عمل کریں تو اُن کی یہی بات بہت سے کافروں کے لیے اسلام میں رغبت کا باعث ہوگی۔

(۲) علاوہ ازیں وہ اگر کافروں کو اسلام کی دعوت دیں اور دین کی بُنیادی اور موٹی موٹی باتیں بتائیں

اور دین اسلام کی حقانیت کے کھلے کھلے دلائل سمجھائیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

(۳) اگر علماء کم ہوں یا علما تو بہت ہوں، لیکن ان کی جانب سے دعوت کے کام میں کوتاہی ہو رہی ہو تو فکر مند علماء دعوت کے کام میں مُسلمان عوام سے کام لے سکتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ کام لینے والے علماء ہوں اور وہ جن سے کام لیں اُن کی ضروری تعلیم و تربیت کریں اور ان کو اس بات کا پابند کریں کہ جتنی بات اُنھوں نے سیکھی ہے اسی کے دائرہ میں رہ کر دعوت کا کام اور دعوت کی بات کریں اور اِدھر اُدھر سے لی ہُوئی باتوں کو ازخود اختیار نہ کر لیں۔

کافروں کو اسلام کی دعوت دینے میں بھی مسلمان عوام کو ضروری تعلیم و تربیت کے بعد ان سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کیلیے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں

(۱) جتنی دعوت دینی ہے اس کے متعلّق ضروری باتوں کا علم حاصل ہو۔

(۲) اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت ہو۔

(۳) جس کو دعوت دینی ہو اس کے لیے دل میں ہمدردی اور شفقت کا جذبہ ہو اور اُس کو نرمی اور شفقت سے دعوت دے۔

(۴) دعوت دینے والے میں صبر اور برداشت کی قوّت ہونی چاہیے۔

(۵) دعوت دینے والا خود باعمل ہو۔

اجتماعی اصلاح یا دینی انقلاب کی دعوت لےکر اُٹھنے والی جماعت

ایسی ہر جماعت کے بارے میں اوّلاً اس کے سربراہ اور امیر کو دیکھا جائے گا کہ کیا اس میں اس کام کی اہلیّت پائی جاتی ہے یا نہیں۔ چونکہ اجتماعی اصلاح اور کسی معاشرے میں دین کو جاری و ساری کرنا کارِ نبوّت ہے اس لیے اس کے واسطے اوصافِ نبوّت کا ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں کہ اس شخص نے دین کے اُصول و فروع کا اہلِ حق علماء سے باقاعدہ علم حاصل کیا ہو اور اہل اللہ کے پاس تزکیہ نفس کیا ہو یہاں تک کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔ اگر کسی جماعت کے امیر

میں یہ دونوں باتیں یا اُن میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو اس کی جماعت سے تعلق رکھنا یا اس میں شریک ہونا ناجائز ہے۔ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت کی غلطیوں سے بچتے ہوئے اُس کے ساتھ مل کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے دین کا کام کریں گے۔ یہ فکر اور سوچ بنیادی اعتبار سے ہی غلط ہے۔

مُسلمانوں کی حکومت کے خلاف مسلح اقدام

جب تک حکومت کُھلے کُھلے کُفر کا حکم نہ کرے اس وقت تک اس کے خلاف مسلح اقدام جائز نہیں البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل چلتا رہنا چاہیے، البتہ جب وہ کُھلی کُفر کی باتوں کا حکم کرنے لگے تو اس وقت اس کے خلاف مسلح اقدام بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

(۱) ایسی جماعت کا امیر اہلِ حق عالم ہو، دین کے اُصول و فروع کا صحیح علم رکھتا ہو اور اُس نے اپنے نفس کا تزکیہ اس درجہ تک کر لیا ہو کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔

(۲) جماعت کے افراد نیک اور صالح ہوں اور اتنی تعداد میں ہوں کہ امیر کو اپنی کامیابی کی اُمّید ہو۔

(۳) امیر کو یہ بھی اطمینان ہو کہ اگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ہو گیا تو نقصان فقط اس کا اور اُس کی جماعت کا ہوگا۔ دوسرے اہلِ اسلام اور اسلام کا ضرر نہیں ہوگا۔

موجودہ حالات میں دعوت وتبلیغ کا کام

ہمارے دَور میں سارا نظام ہی بے دینی اور بد دینی پر چل رہا ہے۔ حکومت کا بھی یہی حال ہے اور عام طور سے عوام کی بھی یہ روش ہے۔ بہت سے دین سے تعلق رکھنے والے بھی صرف ایک حد تک دین پر چلتے ہیں اور باقی کاموں میں وہ بھی آزاد ہیں۔ غرض دین مغلوب ہے اور بے دینی و بددینی کو فروغ حاصل ہے اور اسی کا چرچا ہے۔ لاعلمی اور جہالت بھی عام ہے۔ گمراہیاں بھی اپنے عروج پر ہیں۔ غرض حالات دین کے مقابلہ میں کُفر کے زیادہ قریب ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو تفصیل اُوپر دی گئی ہے وہ ان حالات میں زیادہ مفید اور مؤثر نہیں۔ اس لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فائدہ جہاں اور جتنے درجے تک ہو اس پر تو عمل کرنا ضروری ہوگا، البتہ جہاں یہ مفید نہ ہو وہاں دعوت کے طریقے سے کام کرنا ہوگا یعنی نرمی اور شفقت سے سمجھانا اور اُن

کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور اُن کو برداشت کرنا۔

علاوہ ازیں عام بے دینی کی فضا میں بہت بڑی تعداد میں کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے مسلمان عوام سے دعوت کا کام لینے کی ضرورت ہے البتہ اُن کی ضروری تعلیم و تربیت سے غفلت نہ ہونی چاہیے۔

عورتوں کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت کا کام کرنا

عورتوں کے کام سے متعلق موٹی موٹی باتیں یہ ہیں:

(۱) عورتوں پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے۔

(۲) دین کی نشر و اشاعت میں مالی امداد کر سکتی ہیں۔

(۳) جن کے مرد دعوت کا کام کر رہے ہوں وہ اپنی طرف سے اُنکو بے فکر رکھیں اور بچوں کی دیکھ بھال بھرپور طریقے سے کریں۔

(۴) پاس پڑوس کی بچیوں کو قرآن پاک اور ضروری دینی تعلیم دے سکتی ہیں۔ بلکہ پاس پڑوس کی بڑی عمر کی عورتوں کی دینی تعلیم کی فکر کر سکتی ہیں۔

(۵) کبھی کہیں کچھ عورتیں جمع ہوں، خواہ ایک خاندان کی ہوں یا متفرق ہوں کچھ دین کی بات کر سکتی ہیں یا کوئی معتبر کتاب مثلاً فضائل اعمال یا بہشتی زیور یا تحفہ خواتین وغیرہ میں سے کچھ پڑھ کر سنا سکتی ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے کام میں نکلنے کیلیے والدین کی اجازت

اگر والدین خدمت کے محتاج ہوں اور اُن کی خدمت کرنے والی اور اولاد نہ ہو تو ان کو چھوڑ کر تبلیغ بلکہ جہاد کے لیے بھی نکلنا جائز نہیں۔ اور اگر اُن کی خدمت کے لیے اور اولاد ہو یا اُن کی خدمت کی ضرورت ہی نہ ہو اور اس شخص کے نکلنے سے اُن کا کچھ حرج نہ ہو تو اجازت مانگنے پر والدین محض اپنی دِین سے دُوری کی وجہ سے یا دینی مصلحتوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے منع کریں تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔